سلسلۂ اشاعتِ قرآن حیدرآباد دکن

جلد (۲) ماہ جمادی الاولیٰ سنہ ۱۳۴۹ھ نمبر (۳)

عبدیتِ الٰہی

مرتبہ

ابو محمد مصلح کان اللہ لہ

دفتر

قرآنی تحریک حیدرآباد دکن

چندہ

سالانہ دس روپے پورے سٹ کی قیمت ایک روپیہ

مطبوعہ رہبرِ دکن برقی پریس حیدرآباد

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

عبدیتِ الٰہی

وَمَا خَلَقۡتُ الۡجِنَّ وَالۡاِنۡسَ اِلَّا لِیَعۡبُدُوۡنِ

اور نہیں پیدا کیا ہم نے جنوں اور انسانوں کو مگر اس لئے کہ ہماری عبادت کریں

عبد اور عبادت کا مفہوم اکثر لوگوں کے ذہن میں غلط طور پر مرکوز ہے اس کی مثال یوں
ہنی چاہئے کہ ایک شخص اپنے کو کسی کا غلام یا ملازم کہنے کے بعد اس کے حکم و احکام
ہی کا پابند کر لیتا ہے اور جو کچھ اُس کی خواہش اور ایما ہوتا ہے اُسی کو بجا لاتا ہے۔
طرح کوئی شخص خدائے بزرگ و برتر کو اپنا معبود اور مالک و آقا کہنے کے بعد
یا کسی اور کی خواہشات کا پابند نہیں ہو سکتا۔
جو شخص اپنے کو عبد کہتا ہے وہ اپنا تعلق خدا سے قائم کرتا ہے اس لیے اس
ت عبادت سے دینا ہوگا یعنی خدائے تعالیٰ کی بحد تعظیم بحد تکریم اور نہایت درجہ

عاجزی و انکساری شیوہ کرنا ہوگا۔

عابد اپنے معبود حقیقی کے سامنے کثرت عجز اور انکسار سے پامال ہوا جاتا اور اپنے کو اُس کی تعظیم کے آگے خاک میں ملائے دیتا ہے اور اگر یہ بات نہ ہو تو عابد کا اطلاق اس پر نہ ہوگا۔

انسان کے عبد ہونے میں کیا شک ہے اور اللہ تعالیٰ کے معبود ہونے میں نعوذ باللہ کیا شک ہو سکتا ہے۔ انسان خود بخود نہ تو پیدا ہو گیا ہے اور نہ اپنی خواہش سے پیدا ہوا ہے اس کے پیدا کرنے میں جب قدرت کا ہاتھ ہے اور یہ محض بے بس ہے تو یقیناً پیدا کرنیوالا معبود اور یہ عبد ہی ہے اب ظاہر ہے کہ یہ اپنے پیدا ہونیکی غرض کو خود متعین نہیں کر سکتا چہ جائکہ خود سری سے کام لے اگر ایسا کریگا تو ہر دو حالت میں جوابدہ ہوگا۔ اس کے فرائض منصبی کا متعین کرنیوالا خدا ہوگا یہ نہیں لہٰذا اسی لئے خدا کی پاک کتاب میں ہے کہ انسان کے پیدا ہونے کی غرض اللہ کی عبادت ہے

عبادت

عبادت میں روزہ نماز اور حج، زکوٰۃ، جہاد وغیرہ ہی صرف شامل نہیں ہیں بلکہ عبد کی ہر سانس، ہر قدم اور ہر حرکت پر عبادت ہی ہونا چاہئے اس کا یہ مطلب ہے کہ انسان کو صبح سے اٹھکر شب کے سونے تک کوئی کام ایسا نہیں کرنا چاہئے جو حکم خدا، اور مرضی الٰہی کے مطابق نہ ہو۔ اور اگر ایسا کیا گیا تو یہی عبادت ہے۔ عبد کا کوئی کام خود اختیاری نہیں ہوتا۔ ہنسنا بولنا، خموشی، سونا، جاگنا، تجارت ملازمت اور کاشتکاری وغیرہ جو امور دنیاوی ہیں وہ بھی خدا کے حکم کے مطابق ہی ہوتے ہیں اس لئے یہ سب عبادت ہیں۔ روزی کا حاصل کرنا جورو بچے کے آرام و آسائش کی فکر کرنا جو طریقہ پر ہوں عبادت ہیں اور خدا کے یہاں اس کا اجر و صلہ ہے۔

عبد و فرعونیت۔ جو انسان عبد بننا نہیں چاہتا وہ اپنے زعم باطل میں خدا بننا

چاہتا ہے تو یہ تو ممکن نہیں مگر ہاں فرعون بن جائیگا۔ کیونکہ انسان کیلئے درجۂ عبودیت کے بعد
اور کوئی درجہ باقی نہیں رہ جاتا اِلّا یہ کہ فرعونیت آجائے۔ یہاں تک کہ عبد کیلئے اپنے
فرائض عبدیت کا معلوم کرنا اور اُس کی انجام دہی کی استعانت بھی اس کی یا غیر کی مطلوب نہیں۔
إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ ۔ تجھی کو عبادت کرتے ہیں ہم اور تجھی سے
توفیق چاہتے ہیں ہم۔

عبادت کی اقسام

انسانی زندگی کا ہر شعبہ عبادت کی ایک قسم رکھتا ہے جسم کے ظاہری اعضا
اور جوارح سے بھی عبادت کا صدور ہوتا ہے اور قوائے باطنیہ سے بھی
ہاتھ، پاؤں اور زبان وغیرہ سے بھی عبادت ہوتی ہے اور آنکھ، کان، عقل، نفس، قلب، روح

عبد جبری یا قدری نہیں ہوسکتا

خالق آسمان و زمین اور قادر مطلق نے انسان کو وہی حکم دیا ہے
جس حکم کے کرنے یا نہ کرنے کی طاقت بھی اُس کے اندر ودیعت
فرمادی ہے۔ اس لئے اب اُس پر کوئی الزام عائد نہیں ہوسکتا بلکہ خود انسان ہی اس کا ذمہ دار ہے
کہ وہ باوجود طاقت وقدرت ہونے کے اُس کو بجالاتا ہے یا اُس کی خلاف ورزی کرتا ہے۔
کہنا کہ الٰہی ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے امداد چاہتے ہیں ہر دو فرقہ کے عقیدہ کو
باطل کر رہا ہے۔ إِيَّاكَ نَعْبُدُ سے بندے کے اختیارات ثابت ہیں اور إِيَّاكَ
نَسْتَعِينُ سے اس کا فی الجملہ محتاج ہونا بھی ظاہر ہے

محکومیت و عبدیت

اگرچہ عبدیت ایک قسم کی محکومیت ہے لیکن محض محکومیت کام کی
مگر یہاں عبد مالک کی فرمانبرداری سے فرحت حاصل کرتا ہے اور
فروگذاشت وغیرہ سے غمگین ومحزون ہوتا ہے اور سمجھتا ہے کہ جس کام کے لئے وہ تھا افسوس ہے کہ
اس کو پورا نہیں کرسکا۔ اس قسم کے ایک لمحہ کی غفلت کو بھی ناقابلِ تلافی سمجھکر توبہ و استغفار کرتا

بردر امد بندہ بریستم
آبروئے خود زعصیاں ریختہ

یٰاَیُّھَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ وَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ

لوگو عبادت اختیار کرو اپنے پروردگار کی جس نے تم کو پیدا کیا اور اُن لوگوں کو بھی جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں

شریف میں نوع انسان کے ہر فرد کو شریک کر لیا گیا ہے اور بلا استثنا ایک ہی کی دعوت دی گئی ہے جو خالص توحید ہے اور کہا گیا ہے کہ معبود وہی ہے اس لئے عبادت مالک اس کے سوا دوسرا کوئی نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا انہیں اُسی کا عبد بننا چاہیئے۔
اتحادِ عالم اور نظمِ عالم کے صحیح معنوں میں قائم رہنے کی یہی ایک صورت ہو سکتی تھی بیان کی گئی بلکہ در اصل انسانوں کے پیدا ہونے کی غرض بھی اس کے سوا اور کچھ نہیں انسان بنکر معبود کی عبادت میں اپنی زندگی کو گذار دے۔
انسان اور اس کے پیدا کرنے والے کے درمیان عبادت ہی ہے جو ربط پیدا کراتی ہے اور عبد ہی ہے جو اپنے معبود سے تعلق قائم رکھتا ہے حقیقت میں یہی ہے جس کے قائم کرانے کے لئے انبیاء علیہم السلام تشریف فرما ہوا کئے۔ اور قرآن مجید ہی کتاب ہے جس کے ذریعہ اب یہ واسطہ قائم کیا جاتا ہے اور اس کے سوا جو انسانی ہے وہ بغاوت و سرکشی غفلت و بے پروائی وغیرہ کی ہے۔

صِبْغَةَ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً ۫ وَّنَحْنُ لَهٗ عٰبِدُوْنَ ۝

ہم اُس حالت پر رہیں گے جس میں اللہ تعالیٰ نے رنگ دیا ہے اور کون ہے جس کے رنگ دینے کی حالت اللہ تعالیٰ سے خوب تر ہو اور ہم اسی کی غلامی اختیار کئے ہوئے ہیں۔

اور سچ تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی غلامی سے بڑھ کر کوئی شہنشاہی بھی نہیں ہو سکتی ۔

شنیدہ ام کہ سگاں را قلادہ می بندند
چرا بگردنِ حافظ نمی کنی رسنے

وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ

اور (اے رسول) جب آپ سے میرے بندے میرے متعلق دریافت کریں تو میں قریب ہی ہوں

کیا محبت کے جملے ہیں اور کیا پیارے الفاظ ہیں اور اپنے بندے پر کیسی مہربانیاں اور نوازشات ہیں اور اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ عبد تعلقات قائم کر کے اپنے معبود کو اپنے قریب کر لیتا ہے۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَاۗءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ ۭ
وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ ۝

اور بعضے آدمی ایسے بھی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی میں اپنی جان تک دے ڈالتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ایسے بندوں کے حال پر نہایت مہربان ہے

حقیقت میں عبد وہی ہے جو اپنے معبود کے لئے اپنی جان تک سے دریغ نہ کرے اور اس

ـمیں بھی مالک کے احسانات کا شکر ادا نہیں ہو سکتا۔

جان دی، دی ہوئی اُسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

ـقیقی جان و مال سب کچھ دیدینے کے بعد بھی یہی کہتا ہے :-

اپنی گرہ میں کیا تھا جسے کہئے کھو گیا

ـرجہ عبودیت درجۂ عبودیت کے سامنے کوئی درجہ نہیں ہے۔ اگر ایک شخص ہوا میں اڑنے لگے۔ پانی پر چلنے لگے اور ذراتِ عالم کی کنہ تک کو پہونچ جائے ـم عبودیت کے درجہ کا مقابلہ نہیں ہو سکتا۔ غوث، قطب اوتاد اور اولیاء کو بھی اگر ـت اور ہوس ہے تو درجۂ عبودیت ہی کی۔ کیونکہ اس کے سامنے سب مدارج ہیچ ہیں ـی کہ پیغمبرانِ وقت بھی اپنے مدراج علیا میں بغیر درجۂ عبودیت کے کامل نہیں ہو سکتے ـبحہ درجۂ عبودیت انبیاؑ و صدیقین کا مرتبہ ہے۔ انسان جب تک عبودیت کے درجہ سے ـرف نہیں ہو لیتا اللہ تعالیٰ کی عظمت و جلال سے واقف نہیں ہو سکتا عالم عبدیت وہ ہے کہ جس میں سراسر خاکساری اور عجز و انکسار ہے مشیخت و بزرگی کا شیشہ یہاں چور ـو جاتا ہے اور خدائے واحد و قہار کے جلال و جبروت اور کبریائی کا دبدبہ روح ـر مستولی ہوتا ہے۔

کبر و غرور۔ ریا و عجب۔ تصنع اور تکلف جو اخلاق رذیلہ میں باقی نہیں رہتے صداقت و سادگی شیوہ بنجاتی ہے گمنامی کا خیال اور مستور و محجوب ہوجانے کی فکر دامنگیر ہوتی ہے اور یہ کہ یہ طریقہ آسان ہے اور عام مسلمانوں کے واسطے مفید بھی جبڈ انیت اختیار نہیں کر سکتا فرعون و نمرود نہیں ہو سکتا۔ خود سر نہیں ہو سکتا نفس کی متابعت میں

نہیں آسکتا۔ اور الوہیت کا دعویٰ تو بڑی چیز ہے کہ عاجز بندہ اس کا تصور تک نہیں کر سکتا۔

عبد وہ ہے جو اُس صفت سے موصوف ہو جو صفات عبدیت میں داخل ہیں عجز و انکسار۔ تواضع اور تکسر۔ افتقار و احتیاج سے کوئی عبد خالی نہیں اس لئے اس کو سمجھنا چاہیے کہ میں ایک عاجز بندہ ہوں مجھے گرمی و سردی ستاتی ہے۔ ہر ایک چیز میری جان کی دشمن ہے۔

عبد دنیا کی کسی ادنٰی سے ادنٰی چیز کو بھی مفید نہیں سمجھتا۔ بلکہ اپنے زر خرید غلام اپنے خادم اپنی خادمہ اپنے مرید اپنے شاگرد اور رعایا پر بھی فوقیت نہیں جتلاتا کیونکہ وہ اس سے غافل نہیں ہوتا کہ شاید عند اللہ مجھ سے اچھا ہو۔

درجۂ عبودیت سے بڑھنے والا۔ اس حد سے تجاوز کر رہا ہے جو عبد و معبود کے درمیان حدِ فاصل ہے! ایسے شخص کا یہ فعل اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے صفات مخصوصہ سے متصف ہونا چاہتا ہے۔ حالانکہ تکبر و کبریائی خدا کا خاصہ ہے۔ اللہ تعالیٰ متکبروں کو پسند نہیں کرتا۔ اس لئے عبد جانتا ہے کہ بلحاظ مخلوقیت اُس کو کسی انسان پر بھی شرافت و فضیلت حاصل نہیں ہے۔

انسان کا بڑا کارنامہ اور انسانیت کی انتہائی عروج یہ ہے کہ وہ عبد بن جائے اور کسی کو حقارت کی نظر سے نہ دیکھے رہا۔ اور تکبر سے اپنے کو پاک رکھے۔

عبودیت کے مزے بغیر عبد بنے حاصل نہیں ہو سکتے۔ اس کے سامنے ساری شیرینی اور جمیع لذائذ پھیکے ہیں۔

انسان کے پیدا ہونے کی علت غائی

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ

کتب الہامیہ کے انزال اور انبیا و رسل کے ارسال سے مقصود بالذات یہ ہے کہ بندوں کو اپنی حقیقت اور اپنے خالق کی عظمت معلوم ہو جائے۔ اور جان لیں کہ انسان کی پیدا کئے جانے کی علت غائی کیا ہے۔

عبدِ مطلق | عبد مطلق وہ ہے جس کا آقا پر کوئی حق نہیں ہوتا یعنی اس سے کسی قسم کا معاہدہ اور مکاتبہ نہیں ہوا کرتا۔

عبدِ مکاتب | عبد مکاتب وہ ہے جو اپنے آقا سے آزادی کا طالب ہو۔ اس میں آزادی و عدم فرمانبرداری کا شائبہ پایا جاتا ہے۔ اسی لئے اَوْفُوْا بِعَهْدِیْٓ اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ تم میرے عہد کو پورا کرو تو میں اپنے وعدہ کو پورا کروں گا۔ یعنی تم معبود کی شان کو جانو اور اس کے احکامات کو بجا لاؤ تو وہ بھی تمہیں جو حیثیت عبد کے چاہئے اس کو پورا کرے گا۔ حالانکہ ہر روز ہر گھڑی اور ہر آن وہ اپنی طرف سے اپنے بندوں کی پرورش میں مصروف ہے کوئی لمحہ نہیں جاتا کہ اس کی شان ربوبیت سے عبد بہرہ اندوز ہو رہا ہے۔ وہ عہد و معاہدہ یہ ہے اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰی۔ یہاں عبد مکاتب عبد مطلق کے درجہ کو نہیں پہنچ سکتا۔ اس لئے عبد کامل اوفوا بعہدی وف بعہدکم کو گراں سمجھتا ہے۔ یہاں گرفتار رہنا ہی مقصود ہوتا ہے اور آزاد ہونا ہی مصیبت اور ہلاکت۔ قطرہ دریا سے جدا ہو کر کیا پائے گا۔

شنیدہ ام کہ سگان را قلادہ می بندند
چرا بگردن حافظ نمی کنی رسنے

عبدِ کامل | عبد کامل اپنے کسی عمل کا اجر اپنے آقا سے نہیں مانگتے کہ ہر ایک عمل

اُس کی رضامندی کی نیت سے کرتے ہیں نہ اُن کو ثواب کی امید ہوتی ہے اور نہ عذاب کا ڈر کیونکہ یہ کام عبد مکاتب کا ہے نہ عبد مطلق کا۔

شانِ عبدیت

لیکن باوجود اس کے شانِ عبدیت یہ ہے کہ آقا کی مرضی کو نگاہ میں رکھ کر اس کے حکم کی تعمیل ہوتی ہے اگر آقا کا حکم ہے کہ بہشت کے طالب ہو تو عبد مطلق کو لازم ہے کہ اس کا متمنی ہو لیکن یہاں مقصود بالذات بہشت نہیں بلکہ آقا کا حکم ہے اسی طرح اگر دوزخ سے ڈرنے کی فہمائش ہے تو یقیناً دوزخ سے پناہ مانگنی چاہئے۔

عبد کامل کی شناخت

عبد کامل کا کام یہ ہے کہ وہ اللہ کے اوامر کو بجا لائے۔ اور منہیات سے پرہیز کرے۔ اس میں اگر مگر تو بہت دور کی چیزیں ہیں بلکہ نقصان اور فائدے تک پر نگاہ نہ ہو صرف یہ خیال ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ کے احکام ہیں اور اپنے آقا کا حکم ماننا غلام کا فرض ہے۔ نہ اس اعتبار سے کہ اُس کے کرنے سے فائدہ ہے اور نہ کرنے سے نقصان۔ یہ سمجھنا کہ کرنے سے ثواب ہوگا اور نہ کرنے سے عذاب کیونکہ اس حالت میں

محبت کا درجہ

آقا کی عظمت اور مالک کی محبت کا ثبوت نہیں ملتا۔ بلکہ محض ٹکوں کی خاطر کام کرتا ہے نہ خدا کے واسطے جس عبادت میں اخلاص نہ ہو وہ کام کی نہیں۔ ایسی عبادت کرنے والا مزدور ہے زیادہ سے زیادہ مزدوری کا مستحق ہو سکتا ہے اس سے زیادہ کا حقدار نہیں۔ کیونکہ وہ تو اپنے نفس کی خاطر کام کرتا ہے نہ خدا کے واسطے علاوہ اس کے۔

عبادت

ایسی عبادت نقصان و خلل اور گستاخی سے خالی نہیں ہوتی تو وہ ایسی عبادت سے ثواب خاص کا مستحق کیونکر ہو سکتا ہے بلکہ اخلاص نہ ہونے سے خفگی و عذاب کا

مستحق ہو تو بجا ہے۔ حالانکہ اخلاص کی حالت میں بھی عدم قبولیت کا کھٹکا رہتا ہے تو پھر طالب اجرت ہونا کیا معنی رکھتا ہے۔

ہاں یقینی طور پر معلوم ہو جانے پر کہ اس کی عبادت قبول ہو گئی ہے۔ طلب اجر معنی کا امکان ہو سکتا ہے لیکن اس صورت میں بھی گستاخی کا ڈر لگا رہتا ہے۔ کیونکہ اس وقت صورت سوال سے معلوم ہوتا ہے کہ اسے اپنے آقا پر بھروسہ نہیں۔

طاعت اور عبادت میں فرق

مَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُؤْتِيَهُ اللَّهُ الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ
ثُمَّ يَقُولَ لِلنَّاسِ كُونُوا عِبَادًا لِي مِنْ دُونِ اللَّهِ ۝

کسی بشر سے یہ بات ممکن نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کو کتاب اور فہم اور نبوۃ عطا فرمائے

پھر وہ لوگوں سے کہنے لگے کہ میرے بندے بنجاؤ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر

انسانوں میں سب سے بڑا درجہ انبیاء علیہم السلام کا ہے اس آیت میں یہ بتلایا گیا ہے کہ ان کی شان سے بھی یہ بات بعید ہے کہ وہ کسی سے اپنی بندگی کرائیں بلکہ ان کے مبعوث ہونے کی غرض تو یہ ہے کہ یہ لوگوں سے اللہ کی بندگی کرائیں اور خود اپنی شانِ عبودیت کو بطور نمونہ کے پیش کریں۔

بیشک انبیاء علیہم السلام کی اطاعت ضروری ہے اور وہ بھی در اصل براہِ راست ان کی اطاعت نہیں بلکہ خدا کے احکام کی اطاعت ہے لہٰذا طاعت اور عبادت کو ایک چیز نہیں

سمجھنا چاہیے مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ اسی لیے ہے۔

لَنْ يَّسْتَنْكِفَ الْمَسِيْحُ اَنْ يَّكُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰهِ وَلَا الْمَلٰٓئِكَةُ الْمُقَرَّبُوْنَ ط

وَمَنْ يَّسْتَنْكِفْ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَيَسْتَكْبِرْ فَسَيَحْشُرُهُمْ اِلَيْهِ جَمِيْعًا

مسیح ہرگز خدا کا بندہ بننے سے عار نہیں کریں گے اور نہ مقرب فرشتے اور جو شخص خدا تعالیٰ کی بندگی سے عار کریگا اور تکبر کریگا تو خدا تعالیٰ (جزا و سزا کیلئے) سب لوگوں کو اپنے پاس جمع فرمائیگا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام انبیاء علیہم السلام میں سے ایک جلیل القدر نبی تھے اُن کی اُمّت نے وہی کیا جس کا خطرہ تھا۔ الوہیت کی شان اسے متصف کرنے۔ اس آیت شریفہ میں اس کا بیان ہوا کہ نہیں حضرت مسیح کو بھی اسی بات پر فخر ہوگا کہ وہ خدا کے بندے ہیں اور باوجود جلیل القدر ہونے کے اُن کو خدا کا بندہ ہونے سے عار نہ ہوگا۔

حقیقت میں علم و جہل اور عقل و نادانی کا معیار قرآن مجید ہی صحیح قائم کرتا ہے لوگ عیسائیوں کو دانایانِ فرنگ کہتے ہیں اور ان کی ترقیوں پر دنگ ہیں مگر یہ کتنی بڑی حیرت کی بات ہے کہ وہ عبد و معبود کو ہی نہیں سمجھ سکے اور خدا کی توحید ہی میں وہ نادان ثابت ہوئے۔ وہ اور اُن کے علاوہ اور لوگ بھی دیکھیں کہ حضرت عیسیٰ اور مقرب فرشتے جن کو شریک الوہیت کہا جاتا ہے وہ خود کس طرح عبدیت کے مقر ہیں۔

اس آیت شریف سے یہ بھی معلوم ہوا کہ معبود برحق کی بارگاہ میں انسانوں اور جمیع مخلوق ماسوا اللہ کی طرف سے عبدیت اور عبادت کے سوا اور کوئی چیز مقصود و مقبول نہیں اور اگر اس کے علاوہ کوئی طریقہ اختیار کریگا تو وہ مجرم ہوگا اور قیامت کے دن

مواخذہ میں گرفتار ہوگا۔

حضرت مسیح کی تعلیم

وَقَالَ الْمَسِيحُ يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ اعْبُدُوا اللَّهَ رَبِّي وَرَبَّكُمْ إِنَّهُ مَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوَاهُ النَّارُ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنْصَارٍ ۔

مسیح نے فرمایا کہ اے بنی اسرائیل تم اللہ کی عبادت کرو جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے۔ بیشک جو شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک قرار دے گا سو اس پر جنت حرام کردیگا اور اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور ایسے ظالموں کا کوئی مددگار نہ ہوگا

اس قول میں حضرت مسیح علیہ السلام کے بندے ہونے کی صراحت ہے اوصاف ظاہر ہے کہ ان کی بھی وہی تعلیم تھی جو ہر پیغمبر کی تعلیم تھی کہ بندوں کو بندگی کی حد میں رکھیں اور ان کو عبودیت کے لوازم سے سرفراز کریں۔

وہ بھی عجیب خوفناک اور حسرتناک وقت ہوگا جبکہ میدان قیامت میں احکم الحاکمین خدا ان عیسائیوں کے متعلق ان کے سنانے کے لئے خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے دریافت فرمائیگا جو اپنے پیغمبر کو عبدیت کے درجے سے نکال کر الوہیت کی شان میں جلوہ گر کرانا چاہتے ہیں اور آج اس پر فخر کرتے ہیں۔ ارشاد ہے۔

وَإِذْ قَالَ اللَّهُ يَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ أَأَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُونِي

وَأُمِّيَ إِلَٰهَيْنِ مِن دُونِ اللَّهِ ۖ قَالَ سُبْحَانَكَ مَا يَكُونُ لِي أَنْ أَقُولَ
مَا لَيْسَ لِي بِحَقٍّ ۚ إِن كُنتُ قُلْتُهُ فَقَدْ عَلِمْتَهُ ۚ تَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِي
وَلَا أَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِكَ ۚ إِنَّكَ أَنتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ ۝ مَا قُلْتُ لَهُمْ
إِلَّا مَا أَمَرْتَنِي بِهِ أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ رَبِّي وَرَبَّكُمْ ۚ وَكُنتُ عَلَيْهِمْ
شَهِيدًا مَّا دُمْتُ فِيهِمْ ۖ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنتَ أَنتَ الرَّقِيبَ
عَلَيْهِمْ ۚ وَأَنتَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ۝
إِن تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۖ وَإِن تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ

اور وہ وقت بھی قابل ذکر ہے جب کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوگا کہ اے عیسیٰ مریم کے بیٹے کیا تم
نے ان لوگوں سے کہا تھا کہ مجکو اور میری ماں کو بھی علاوہ خدا کے معبود قرار دے تو عیسیٰ علیہ السلام
عرض کریں گے کہ میں تو آپ کو منزہ سمجھتا ہوں مجکو کسی طرح زیبا نہ تھا کہ میں ایسی بات کہتا
جس کے کہنے کا مجکو کوئی حق نہیں۔ اگر میں نے کہا ہوگا تو آپ کو اس کا علم ہوگا آپ تو میرے
دل کے اندر کی بات بھی جانتے ہیں اور میں آپ کے علم میں جو کچھ ہے اُس کو نہیں جانتا۔
تمام غیبوں کے جاننے والے آپ ہیں۔ میں نے تو ان سے اور کچھ نہیں کہا مگر وہی جو
آپ نے مجھ سے کہنے کو فرمایا تھا کہ تم اللہ تعالیٰ کی بندگی اختیار کرو جو میرا بھی رب ہے میں
اُن پر مطلع رہا جب تک ان میں رہا پھر جب تک آپ نے مجکو اُٹھالیا آپ اُن پر مطلع رہے
اور آپ ہر چیز کی پوری خبر رکھتے ہیں۔ اگر آپ اُن کو سزا دیں تو یہ آپ کے بندے ہیں
اور اگر آپ ان کو معاف فرما دیں تو آپ زبردست حکمت والے ہیں۔

سچ تو یہ ہے کہ انسان کا عبد ہونا ہر طرح ثابت ہے اور اُس کا معبود مطلق کی
طرف جھکاؤ ہر طرح پر ظاہر و باہر ہے اسی لئے ارشاد ہے۔

وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِ ۚ وَهُوَ الْحَكِيمُ الْخَبِيرُ ۝

اور وہی اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر غالب ہے برتر ہے اور وہی بڑی حکمت والا اور پوری خبر رکھنے والا ہے۔

عبد اپنے معبود کے اختیارات سے واقف ہوتا ہے اور وہ کسی بات کا دعویٰ نہیں کرتا۔ وہ جانتا ہے کہ ساری دنیا کے چاہنے کے باوجود خدا جس چیز کو نہیں چاہتا وہ کبھی نہیں ہوتا اسی طرح جس چیز کو خدا کرنا چاہتا ہے وہ سارے عالم کے نہیں چاہنے سے بھی ہو کر رہتی ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ عِندَ رَبِّكَ لَا يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِهِ وَيُسَبِّحُونَهُ وَلَهُ يَسْجُدُونَ ۝

بیشک جو تیرے رب کی قربت میں ہیں وہ اس کی عبادت سے تکبر نہیں کرتے اور اسکی پاکی بیان کرتے ہیں اور اس کو سجدہ کرتے ہیں۔

شانِ عبدیت اسی میں ہے اور اللہ کے بندے یہی شیوہ اختیار کرتے ہیں جو آیت مندرجۂ بالا میں ارشاد باری ہوا ان کا ظاہر و باطن خدا کے معاملے میں یکساں ہوتا ہے۔ وہ دل اور زبان سے بھی طاعت کرتے ہیں اور جوارح سے بھی وہ ایک طرف اللہ کی پاکی بیان کرتے ہیں تو دوسری طرف سجدے میں سر بھی جھکاتے ہیں۔ ان کے اجسام ہی نہیں بلکہ ان کی جان اور ان کا مال بھی اللہ کا ہوتا ہے۔ یہی وہ مسلمان ہیں جن کی شان میں ارشاد ہے۔

إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُم بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ۚ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ ۖ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنجِيلِ وَالْقُرْآنِ ۚ وَمَنْ أَوْفَىٰ بِعَهْدِهِ

مِنَ اللّٰہِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَیْعِکُمُ الَّذِیْ بَایَعْتُمْ بِہٖ ؕ وَ ذٰلِکَ
ھُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ۰ اَلتَّآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ
السَّآئِحُوْنَ الرّٰکِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ
وَالنَّاھُوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰہِ ؕ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ ۰

بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے اُن کی جانوں کو اور ان کے مالوں کو اس بات کی
عوض میں خرید لیا ہے کہ اُن کو جنت ملیگی وہ لوگ اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں جس میں
قتل کرتے ہیں اور قتل کئے جاتے ہیں اس پر سچا وعدہ کیا گیا ہے توریت میں اور
انجیل میں اور قرآن میں اور اللہ سے زیادہ اپنے عہد کو کون پورا کرنے والا ہے تو تم
لوگ اپنی اس بیع پر جس کا تم نے معاملہ ٹھیرایا ہے خوشی مناؤ اور یہ بڑی کامیابی ہے
وہ ایسے ہیں جو توبہ کرنے والے ہیں عبادت کرنے والے حمد کرنے والے روزہ رکھنے
والے رکوع اور سجدہ کرنے والے نیک باتوں کی تعلیم کرنے والے اور بری باتوں سے
باز رکھنے والے اور اللہ کی حدوں کا خیال رکھنے والے اور ایسے مومنین کو آپ خوشخبری
سنا دیجئے

آیت شریف میں عبد کے حسن او صاف کا ذکر ہوا وہی انسان کو انسان بناتے اور
مسلمان کو مسلمان کرتے ہیں۔ عبد جان و مال سب کچھ خدا کی راہ میں صرف کر دینے
کے بعد بھی اپنے حال پر حسرت ہی کرتا ہے کیونکہ وہ دیکھتا ہے کہ اس کا کیا تھا جو
اس نے خرچ کیا۔ اور جان و مال کی حقیقت بھی کیا تھی۔ اور یہ جو جان و مال کے سودا
کرنے کی توفیق عطا ہوئی اس کا شکریہ کیونکر ادا ہو۔ ۵

جان دی، دی ہوئی اُسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

قُلْ لِّعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خِلٰلٌ۔

جو میرے خاص ایمان والے بندے ہیں اُن سے کہدیجئے کہ وہ نماز کی پابندی رکھیں اور ہم نے جو کچھ ان کو دیا ہے اس میں سے پوشیدہ اور آشکارا خرچ کیا کریں۔ ایسے دن کے آنے سے پہلے پہلے جس میں نہ خرید و فروخت ہوگی اور نہ دوستی

عبد کامل زمین و آسمان کی کسی چیز کو اپنی چیز نہیں سمجھتا وہ ہر شئے کا مالک صرف خدا کو جانتا ہے۔ جو کچھ اس کے پاس ہوتا ہے اُس کو خدا کی امانت تصور کرتا ہے۔ اس لئے اس میں بھی وہ خدا ہی کا ہاتھ دیکھتا ہے کہ اس سے کوئی خیر انجام پایا۔ اور جب یہ معاملہ ترقی پذیر ہوتا ہے تو پھر آقا اور غلام کا فعل ایک سا ہو جاتا ہے۔ کیونکہ آقا کے اشاروں پر چل کر عین آقا کی مرضی بن جاتا ہے۔

انسان کو اگر عبدیت کا درجہ حاصل ہو جائے اور وہ اپنے معبود کی ذرہ برابر شان سے بھی واقف ہو جائے تو وہ کائنات اور جو کچھ اس میں ہے اُس کو ہزار بار خوشی خوشی نثار کر دے۔ عبد ہی ہے جس کا ایمان صحیح اور کامل ہوتا ہے اس لئے وہ جانتا ہے کہ جو کچھ وہ خدا کی راہ میں جہاد کریگا جان اور مال سے جس درجہ میں کام آئے گا اس کا بدلہ یقینی ہے اور ایسا یقینی کہ اس کے پاس موجود ہونے سے زیادہ یقینی۔ خدا کے پاس وہ چیز اسی قدر محفوظ اور اسی نفع کے ساتھ ملے گی کہ خود اس کے پاس اُس کا بدل ناممکن۔ اس لئے حقیقت میں ایمان ہی سب کچھ ہے اگر یہ نہیں تو کچھ بھی نہیں۔

وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ۔

اور اپنے رب کی عبادت کرتے رہیے یہاں تک کہ آپ

عبودیت ہی آغاز ہے اور عبودیت ہی انجام اسلئے اُس وقت دائرہ عبدیت سے عبد کو قدم باہر نہیں رکھنا ہے جب تک دنیا کی زندگی ختم نہ ہو جائے۔ بلکہ عبد کو لازم ہے کہ اپنے اوپر ایسی حالت طاری کرے کہ عبودیت سے بھی بیخبر ہو جائے۔

معراج عبدیت میں ہے

سُبْحٰنَ الَّذِيْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِيْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِيَهٗ مِنْ اٰيٰتِنَا ۭ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ

وہ پاک ذات ہے جو اپنے بندے کو شب کے وقت مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک جس کے گرداگرد ہم نے برکتیں کر رکھی ہیں لیگیا تاکہ ہم ان کو اپنے کچھ عجائبات قدرت دکھلا دیں بیشک اللہ تعالیٰ بڑا سننے والا بڑا دیکھنے والا ہے

محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم تمام مخلوق سے افضل اور جمیع انسان سے برتر ہیں۔ اس لئے آپ کو جو مرتبہ بھی حاصل ہوا اس کی شان بھی بڑی ہے خصوصاً معراج تو وہ چیز ہے جو اپنی مثال آپ ہے۔ معراج میں آپ کو جناب باری کی قربت جو کچھ حاصل ہوئی وہ عجیب چیز ہے اور بڑی عظیم الشان اور شاندار۔ یہ چیز ایسی تھی کہ ممکن ہے کہ آپ کی امت بھی غلطی میں مبتلا ہو کر نعوذ باللہ کہیں کچھ اور نہ کہ بیٹھے اس لئے ارشاد ہوا کہ اس وقت کے لئے بھی آپ کی شان میں لفظ عبد ہی استعمال ہوا۔

حقیقت عبودیت ؛ جو لوگ اپنی عبادت پر مغرور ہو کر دوسروں کو حقارت کی نظر

سے دیکھتے ہیں نادان ہیں۔ اُن کے اندر کبر ہے انکسار نہیں۔ کھوٹ ہے اخلاص
نہیں۔ جب دنیا کے سب سے بڑے عبد کامل محمد صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرمائیں۔
ما عبدناک حق عبادتک تو دوسرا کون ہے جو حق عبدیت کو ادا کر سکے۔ عبودیت
کی حقیقت سے جس کو آگاہی ہے وہ نفس کا دھوکا نہیں کھا سکتا اور کسی آن بھی
اپنے اندر تکبر و غرور کو آنے نہ دیگا۔ ایسے لوگوں سے تو عوام بہتر ہیں جو خدا کے خوف
سے عبادت کرتے ہیں۔ اپنے کو جاہل اور حقیر جانتے دوسروں کو نظر حقارت سے نہیں دیکھتے۔

اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلَی اللہ

انبیاء علیہم السلام نے اپنی امت سے جب کہا تو یہی کہا۔ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلَی اللہ یعنی ہم تم سے اس وعظ
نصیحت کا کوئی اجر نہیں مانگتے تمہیں خود ہی اللہ اس کا اجر دیگا اور میں تو کہتا ہوں
کہ عمل کی توفیق ہی عمل کی اجرت کیا کم ہے۔ اس کے علاوہ جو اجر ہے وہ اللہ کی رحمت و عنایت ہے۔
عبد کامل اپنے آقا کی خدمت کرنے سے مزدوری کا طالب نہیں ہوتا۔ بلکہ طلب اجرت
کو بے ادبی اور گستاخی سمجھتا ہے۔ تو وہ صرف تعمیل حکم اور امتثال امر کے واسطے عبادت کرتا ہے۔

عبادت کیا ہے

عبادت کیا ہے۔ اس کا مفہوم صحیح طور پر سمجھ لینا چاہیے۔ عبادت کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کے اوامر کو بجا لانے کو اور نواہی سے بچنے کو
تو گویا عبد کہلانا بہ نام معبود کے حکم کے مطابق ہوتا ہے اور ایسے شخص کو جو اوامر کو بجا لانے اور نواہی
سے بچے عبد کہنا چاہیے۔ آقا کا حکم ماننا غلام کا فرض ہے۔

آقا کی عظمت و مالک کی محبت کا ثبوت

اس حیثیت سے عبادت کرنے والے کو اپنے آقا کی عظمت اور محبت حاصل ہوتی ہے۔
عبد کامل اجرت کے چھوڑنے سے اپنے آقا کی محبت و تقرب کا خواہاں ہوتا ہے۔ کیونکہ آقا

جب اپنے بندے کو محبت و تعظیم سے عبادت و خدمت کرتے دیکھتا ہے تو اُسے اپنی رضامندی
خوشنودی کے خلعت سے سرفراز کرتا ہے اور اُس پر اُس قسم کے احسان و اکرام کرتا ہے جو ہمارے وہم
گمان میں بھی کبھی نہیں آسکتے۔

اگر کسی بادشاہ کا کوئی خادم کسی غرض اور نفع کے خیال سے خدمت کرتا ہے تو آقا
اُسے طلق العنان خیال کرتا ہے۔ اور اسے اُسکی اجرت تو دیدیتا ہے مگر اُس سے اُس کی
خوشنودی کا تعلق نہیں ہوتا۔ بلکہ اُس کو ایک قسم کی گستاخی و بیباکی خیال کرتا ہے مگر جب بعض
محبت و خلوص اور حسن ارادت سے خدمت کرتا ہے اور بادشاہ سے کچھ نہیں مانگتا تو بادشاہ
اُسے بلاسوال جاگیریں وغیرہ عطا کر دیتا ہے۔ اور جو ملازم محض ٹکے کی خاطر خدمت بجا لاتا ہے
تو بادشاہ کو اُس کا یہ حال معلوم ہو جانے سے اُس کی خدمت و ملازمت بھی ناگوار گزرتی ہے۔
اس لئے اس کی خدمت و عبادت کو پسندیدگی کی نظر سے نہیں دیکھتا اور سوائے مقررہ ٹکوں
کے سب انعاموں سے ٹکے کا سا جواب ملتا ہے اور عنایتوں سے محروم رہتا ہے۔

عبادت پر حریص

اجیر خادم مہینے اور سال کا شمار کرتا رہتا ہے۔ دن کاٹتا ہے
اور گھنٹے گنتا رہتا ہے۔ تعطیلات کا خواہاں اور منتظر رہتا ہے
لیکن حقیقی عبد عمر خضری کو بھی کم جانتا ہے۔ اور ساری رات جاگنے کے بعد بھی ایک آہ سرد
بھر کر کہتا ہے کہ کیا جلد رات ختم ہو گئی اور عبادت کا وقت جاتا رہا وہ جانتا ہے کہ یہ
زندگی پھر ملنے والی نہیں۔ اس کی قدر و قیمت کا پتہ چلاتا ہے اور عبادت پر حریص ہوتا ہے۔

لذت و ذوق

عبادت کے مزے کو عبد کامل ہی جانتا ہے اور جو لذت و ذوق
بے ریا بے غرض۔ اور ثواب و عذاب کے خیال سے علیحدہ ہو کر
عبادت میں بسر ہو اس کے سامنے سارے مزے اور ذائقے اور ساری شیرینی ہیچ ہے۔

عبادات مراتب ہر قسم کے احکامات موجود ہیں اور ایسے بھی جو صرف ثواب و عذاب کے خیال سے ہی بھی مگر ہونا چاہئے اور یہ نہیں کرنے والوں سے یقیناً بہتر ہے۔

راضی برضا ہونا راضی برضا ہونا اور سر تسلیم خم کرنے کی دو صورتیں ہیں ایک تو یہ کہ پسند ہو یا نہ ہو مجبوراً مان لیا اور برداشت کر لیا اس کا کوئی شمار نہیں اس کا تو یہ مطلب ہوا کہ اگر مجبوری کی حالت نہ ہوتی تو اس کو پسند نہ کیا جاتا۔ دوسری صورت یہ ہے کہ جو صورت درپیش ہے اسی کو دل سے بہتر سمجھا جائے اور اس کے برعکس اگرچہ وہ بدرجہا عمدہ معلوم ہوتی ہو پسند نہ کیا جائے۔

درد تو بدرماں نہ فروشم

راضی برضا ہونے کا فلسفہ جملہ تکالیف کے تصورات سے بھی محفوظ رہتا ہے جسکو اہل ذوق اچھی نیکی ہو یا بدی آرام ہو یا تکلیف ہر حال میں اُسے اپنے مالک کی مرضی ہی بہتر معلوم ہوتی ہے اور دل سے بھاتی ہے۔

ہرچہ از دوست میرسد نیکوست

اس راہ میں مصائب راحت بن جاتے ہیں۔

ازیں مصائب دوراں مدام شاداں باش　　کہ تیر دوست بہ پہلوے دوست می آید

اور ایسا کیوں نہ ہو کہ بندہ اچھی طرح سمجھتا ہے کہ اس کی نسبت اُس کا آقا اس کے آرام اور اس کی تکلیف۔ خیر اور شر کو خوب جانتا ہے۔ عسیٰ ان تکرھوا شیئاً وھو خیر لکم ممکن ہے کہ کسی چیز کو بندہ مکروہ خیال کرے حالانکہ اس کے حق میں وہی بہتر ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ کی حکمت کامل ہے۔ کسی کو اعلیٰ کسی کو ادنیٰ بنانا اس کی حکمت کا تقاضا

ہے جو اعلیٰ بنایا جاتا ہے وہ اسی کے قابل ہوتا ہے اور یہی اس کے حق میں اچھا ہوتا ہے جو ادنیٰ ہوتا ہے وہ اسی کی قابلیت رکھتا ہے اور یہی درجہ اُس کے حق میں مُفید ہوتا ہے۔

حدیث قدسی میں ہے۔ خدا فرماتا ہے کہ بعض میرے بندے فقر و احتیاج کے لائق ہیں اگر میں انہیں غنی کر دیتا تو اُن کی حالت تباہ ہو جاتی۔ اور بعض بندوں کے حق میں غنا اور دولتمندی ہی فائدہ رساں ہے اگر انہیں فقیر و غریب کر دیتا۔ تو ان کا حال خراب ہو جاتا۔ پس معلوم ہوا کہ جو شخص جس وقت جس درجہ میں ہے اوس وقت وہی درجہ اُس کے واسطے بہتر و مُفید ہے۔ اور وہی اُس کے واسطے کمال ہے۔ انبیا کے حق میں نبوت ہی کمال ہے اور ولیوں کے حق میں ولایت ہی مُفید ہے۔ مومن مقلد کے واسطے ایمان تقلیدی ہی بہتر ہے اور عالم کے واسطے علم ہی خوب ہے اور پیشہ ور کے لئے کوئی پیشہ و حرفت ہی اچھا ہے۔

راضی برضا کا شیوہ اختیار کرنا عبدیت کا شیوہ اور محبت کا ثبوت ہے۔ پھر ایک دن ایسا آتا ہے کہ من و تو کا جھگڑا ہی باقی نہیں رہتا اور معاملہ یہ ہو جاتا ہے۔
اُن کی آواز ہو جاتی ہے اپنی آواز اُن کی صورت ہو جاتی ہے صورت میری

شیطان کی زد سے شانِ عبدیت ہی محفوظ رکھ سکتی ہے

اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْهِمْ سُلْطٰنٌ ؕ وَکَفٰی بِرَبِّکَ وَکِیْلًا ۝

میرے خاص بندوں پر تیرا ذرا قابو نہ چلے گا۔ اور آپ کا رب کافی کارساز ہے۔

شیطان کا جال معمولی جال نہیں۔ پھنس جانے کے لئے ہر قدم پر دام اور دانہ ہے۔ وہ قسم کھا چکا ہے کہ اگر موقع ملا تو بنی آدم کی جڑ اکھیڑ پھینکوں گا۔ لہٰذا اگر انسان عبدیت کی حد سے باہر قدم نکالتا ہے تو واقعی شیطان اُس کو فوراً اچک لیتا ہے۔ اُس کو اپنی فریب کاریوں

پر پورا گھمنڈ تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے جواب دیا کہ ہمارے خاص بندے تیری دسترس سے باہر رہیں گے تو معلوم ہوا کہ شان عبدیت ہی وہ ہے جو انسان کو شیطان کے مکر و فریب سے محفوظ رکھ سکتی ہے اور یہی ہونا ہی چاہئے تھا کیونکہ رحمان کی مدد میں آجانے کے بعد شیطان کی کچھ بھی نہیں چل سکتی۔ ارشاد ہے کہ ای محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کا قابو کیونکر چلے کہ آپ کا رب ان کا کافی کارساز ہے۔

عبد وہ ہی جو اللہ کی عبادت میں کسی کو شریک کرے اور اُسی کیلئے اللہ کا دیدار بھی ہی

فَمَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا

جو شخص اپنے رب کے دیدار کی آرزو رکھے تو نیک کام کرتا رہے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے

شرک کی بہت سی قسمیں ہیں غرض یہ ہے کہ شرک خفی و جلی میں سے کسی قسم کا شرک بھی اُس سے سرزد نہ ہو معبود حقیقی کے لئے عبادت خالص ہو اور انسان عبد مخلص بنجائے۔

صراطِ مستقیم

وَاِنَّ اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ

اور بے شک اللہ میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے اور اُس کی عبادت کرو یہی سیدھا راستہ ہے

خدا اور اُس کی خدائی کے معاملات کو آج تک کس نے سمجھا اور آئندہ کون ہے جو سمجھنے کا دعوی کر سکتا ہے۔ اسی طرح شریعت کے احکام بھی ہیں جن میں سے اکثر کی علت سمجھ میں نہیں آتی۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہو سکتا کہ وہ بے معنی ہوں۔ تاہم دنیا کی کثیر آبادی ایسا ہی سمجھتی ہے اور اُس بات کے ماننے سے انکار کر دیتی ہے جو اُس کی

سمجھ میں نہ آئے۔ حالانکہ وہ خود اپنے کو ہی نہیں سمجھ سکتا اور پھر اپنی غلطی کا اعتراف کرتا ہے اُس کی نفی نہیں کرتا۔ ظاہر ہے کہ جب وہ خود اپنی ناچیز ہستی کو نہیں سمجھ سکتا تو پھر خدا کو کیونکر سمجھ سکتا ہے اسی لئے ہے من عرف ربہ فقد عرف ربہ اور اسی لئے ہے۔
وفی انفسکم افلا تبصرون۔

مجھے کہنا یہ ہے کہ عبدیت کی ہی شان وہ ہے جس میں نجات ہے، فلاح ہے اور جو صراط مستقیم ہے ہر سوال کا جواب یہ ہے کہ عبد کو عبد رہنا چاہیے یعنی وہ ان سوالات کا مجاز ہی نہیں ہے جن کو قرآن مقدس نے اُس کو نہیں بتایا۔ عبد کو ہر حال میں فرمانبردار رہنا اور ایمان لانے والا ہونا ہے وہ ایک مرتبہ طے کر چکا ہوتا ہے کہ اُس کا کوئی آقا ہے اور جو کچھ وہ حکم دیتا ہے اُس کی بجا آوری اُس کا فرض ہے اس سے زیادہ اگر کچھ اور چاہتا ہے تو وہ عبدیت کے جامہ سے باہر قدم رکھتا ہے۔

رشتۂ بندگی نہ توڑ شیوۂ عبدیت نہ چھوڑ بوالہوسی بہت ہوئی شانِ بلالؓ میں بھی آ

قرآن مجید میں تو آئینِ عبدیت اور ضابطۂ عبودیت ہے اس کے اندر دو ہی چیزیں ہیں ایک اوامر دوسرے نواہی۔ اس سے صاف ظاہر ہو کہ انسان مکلف ہے اور اس کو تکلیف شرعیہ سے چھٹکارا نہیں ہے۔ پس وہ آنکھ بند کر کے اس کی انجام دہی میں لگ جائے کہ یہی عبادت ہے اور یہی انسان کے پیدا ہونے کی غرض بھی ہے۔

درجۂ عبودیت کے سوا جو درجہ ہے گمراہی و ضلالت ہے خطرناک ہے اور تباہ کن ہے۔ خدا تک پہنچا دینے والا سیدھا راستہ صرف عبودیت کا راستہ ہے بندہ اگر فرمان بجا لایا جب بھی دست بستہ ہے اور اگر خطا کی ہو تو اس وقت بھی خدا ہی کے سامنے سر جھکائے ہوئے ہے۔ خدا سے بھاگ کر نہیں جا سکتا۔ اس لئے بھاگتا بھی ہے تو خدا کی طرف بھاگتا ہے۔

عبد کو کوئی چیز گمراہ نہیں کر سکتی اور کوئی علم کوئی عقل اور کوئی بحث نیچا نہیں دکھا سکتی یہی میدان ہے جہاں شیطان کا بھی گذر نہیں۔ لہٰذا صراط مستقیم یہی ہے۔

جنّت کا وعدہ عبد سے ہے

جَنّٰتِ عَدْنِ ۣالَّتِيْ وَعَدَ الرَّحْمٰنُ عِبَادَهٗ بِالْغَيْبِ ۭ

اِنَّهٗ كَانَ وَعْدُهٗ مَاْتِيًّا ۝

ہمیشہ رہنے کے باغوں میں جن کا رحمان نے اپنے بندوں سے غائبانہ وعدہ فرمایا ہے

اس کی وعدہ کی ہوئی چیز کو یہ لوگ ضرور پہنچیں گے

خدا اگرچہ اپنے آقا کے وعدہ و وعید پر پورا یقین رکھتا ہے مگر وہ اُس کی ذات میں اسقدر مستغرق ہوتا ہے کہ اُس کی رویت سے اُس کو اتنی فرصت نہیں ملتی کہ وہ کسی چیز میں دھیان کرے۔ وہ اُن چیزوں پر صرف امتثال امر کے لئے متوجہ ہو سکتا ہے ورنہیں۔ نیز عبد کے سامنے غیب غیب باقی نہیں رہتا ہے اس لئے کہ عبادت تو اسکی کیجاتی ہے جو موجود ہے اور حکم تو اُسی کا مانا جاتا ہے جو حکم دینے والا ہو اور جن چیزوں کے متعلق خدا فرما رہا ہے اُس سے زیادہ کون سی شئے یقینی ہو سکتی ہے۔ ہاں غیب غیب اس لئے ہے کہ ابھی اُس کا اظہار نہیں ہوا۔

جنت کے وارث عبد ہیں

لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا اِلَّا سَلٰمًا ۭ وَلَهُمْ رِزْقُهُمْ فِيْهَا بُكْرَةً وَّعَشِيًّا ۝

تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْ نُوْرِثُ مِنْ عِبَادِنَا مَنْ كَانَ تَقِيًّا

جس میں وہ لوگ کوئی فضول بات نہ سننے پاویں گے بجز سلام کے اور اُن کو اُن کا کھانا صبح و شام ملا کرے گا۔ یہ جنت ایسی ہے کہ ہم اپنے بندوں میں سے اس کا مالک ایسے لوگوں کو بنا ویں گے جو کہ خدا سے ڈرنے والا ہو

عبد کا ایک مقام وہ ہے جہاں پہنچکر وہ آقا کی ہر چیز کا مالک بن جاتا ہے۔ یہ بات دنیا کے اندر بھی دیکھی جاسکتی ہے کہ ایک شخص اپنے ملازم پر اتنا اعتبار کرلیتا ہے کہ اس کی وفاداری کے صلہ میں اپنی ہر چیز میں اس کو تصرف کا حق دیدیتا اور اس پر مسرت کا اظہار کرتا ہے۔

زمین کی ورث بھی عبد ہی کے لئے ہے

وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ أَنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ ۔

اور ہم کتابوں میں لوح محفوظ کے بعد لکھ چکے ہیں کہ اس زمین کے مالک میرے نیک بندے ہونگے یعنی حقیقی معنوں میں ملکیت ان ہی کی ہے۔ اگرچہ بعض دوسری قوموں کا قبضہ ہو مگر وہ غاصبانہ قبضہ ہوگا اور مومن بندوں کی تنبیہ اور عبرت کے لئے۔ بات یہ ہے کہ سب کچھ خدا کا ہے زمین و آسمان کا مالک خدا ہے۔ تو جو خدا کا ہو جائے در اصل بے نیاز مالک کی چیز اسی نیازمند کے لئے ہے۔

عبد کے لئے خلافت ارضی وعدے کی صورتیں

وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ

الَّذِيْنَ ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ط يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْئًا ط

ترجمہ: جو لوگ ایمان لاویں اور نیک عمل کریں اُن سے اللہ تعالیٰ وعدہ فرماتا ہے کہ ان کو زمین کی حکومت عطا فرما دیگا۔ جیسا ان سے پہلے لوگوں کو حکومت دی تھی اور جس دین کو اُن کے لئے پسند کیا ہے اس کو ان کے لئے قوت دیگا اور ان کے اس خوف کے بعد اس کو امن سے بدل دیگا بشرطیکہ میرے بندے بنے رہیں

خدا کے سوا کوئی کسی چیز کا مالک نہیں

عبد کامل حقیقت میں ہر چیز کا مالک خدا کو جانتا ہے۔ اور ظاہر و باطن میں کسی چیز کا مالک کسی کو نہیں سمجھتا۔ وہ جانتا ہے کہ یہ عارضی طور پر قبضہ و اختیار نظام تمدن کے قیام کیلئے ہوتا ہے لیکن در اصل مالک وہی ہے جو ان سب چیزوں کا خالق ہے جو ہم کو وجود میں لانیوالا ہے اس کی مثال یوں سمجھنی چاہئے کہ ایک بادشاہ ہے جس نے ایک شخص کو اپنے خزانہ کا خزانچی بنا دیا ہے جس کی حفاظت کا ذمہ دار ہے اور جو کچھ خرچ ہوگا بادشاہ کے حکم اور اجازت سے ہوگا پھر یہ بھی کہ جب چاہے گا بادشاہ اس کے ہاتھ سے کنجی لے لیگا اور دوسرے کو دیدیگا۔ یہی حال دنیا جب سے قائم ہے چلا آتا ہے۔ اگر کوئی انسان کسی چیز کا حقیقی مالک ہوتا تو دوسروں تک وہ کبھی نہ پہنچتیں خود اس کے ہاتھ میں آنا بتلا رہا ہے کہ جیسے یہ دوسرے کے پاس سے آئی اسی طرح ہمارے پاس سے بھی کسی کے پاس جانے کی اگر یہ کسی کی ہوتی تو ہمارے قبضہ میں نہیں آتی۔ انسان خود اپنا مالک بھی آپ نہیں کیونکہ وہ اپنی مرضی سے پیدا نہیں ہوا تو پھر دوسری چیز کا مالک کیونکر ہو سکتا ہے۔

عبد کامل وہ ہے کہ جمیع اشیاء کو خدا کی ملکیت سمجھتا اور بندوں کو مجازی مالک

تصور کرتا ہے اور یہ خیال کرتا ہی کہ لوگوں کا مالک ہونا خدا کے ہی فضل و احسان سے ہے اور دنیا کے امن و امان کا ذریعہ ہے مگر باعتبار حقیقت کے سوا خدا کے دوسرا کوئی مالک نہیں۔

عبد و مومن

تُؤْتِی الْمُلْکَ مَنْ تَشَاءُ وَ تَنْزِعُ الْمُلْکَ مَنْ تَشَاءُ اور اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ وغیرہ آیات پر نگاہ کرنے سے صاف معلوم ہو جائیگا کہ عبد وہی ہے جو مومن ہے۔ جو ظاہر و باطن کو ملکیت کے دعوے سے پاک رکھتا ہی اور اگر اس کے خلاف کرتا ہے تو ایمان میں فرق ہے۔ کیونکہ جان اور مال ہر دو تو اللہ تعالیٰ کی ملک ہی پھر اسکے بعد باقی کیا رہتا ہی اور اگر کوئی ایسا خیال کرتا ہی تو اسکو معلوم ہونا چاہیئے کہ جب دنیا میں آیا تو کیا ساتھ لایا تھا اسی طرح جب دنیا سے جاتا ہے تو کیا لے جاتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ حقیقت میں انسان عبد ہی کسی چیز کا مالک نہیں اور مملوک مالک ہو بھی کیونکر سکتا ہے

دعویٰ ملکیت عبودیت سے خارج ہوتا ہے

آیت مندرجہ بالا اور اسی طرح کی بات ایک تو شریعت کے ذریعہ دنیا میں امن و امان قائم رکھنے کے لئے ہیں دوسرے انسان اس کے عارضی قبضہ کے ذریعہ سے ہی تو اس بات کا ثبوت دیسکتا ہی کہ وہ اپنی نیابت کا حق ادا کرتا ہے یا نہیں یعنی انسان خلیفۃ اللہ ہے اس لئے سب چیزوں پر اسکو عارضی قبضہ دیدیا گیا ہے اور اس عارضی قبضہ کی چیز جان اور مال کو بھی اللہ تعالیٰ نے خرید لیا پھر اس کے پاس کیا باقی رہا

جان دی دی ہوئی اسی کی تھی حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

عارضی ملکیت پر مغرور ہونا

عبد کامل چونکہ کسی چیز کا اپنے کو مالک نہیں سمجھتا اس لئے سلیمان و قسعو بھی بنجائے تو ملک و مال

وغیرہ اس کو مغرور نہیں کر سکتے بلکہ استدراج کا خوف ہوتا ہے۔ یہی چیزیں تو ہیں جو فرعون اور قارون بھی بنا دیتی ہیں شیطان بنا کر گردن میں طوق لعنت بھی ڈال دیتی ہیں اور یہی چیزیں تو کفار و مشرکین کے پاس بھی ہوتی ہیں اور پھر انہیں چیزوں سے منہیات اور مکروہات بھی تو خریدے جا سکتے اور خدا کی نافرمانیاں بھی تو کیجا سکتی ہیں۔ پھر عارضی ملکیت پر مغرور ہونا کیسا۔

عقلمند جانتے ہیں کہ ہر نعمت کے ساتھ غضب کا کھٹکا بھی لگا ہے۔

عظمت و جلال اور خضوع و خشوع

جس بندے کی نگاہ میں اپنے آقا کی جس قدر عظمت و جلال ہوگی اُس سے اتنا ہی خضوع و خشوع کا اظہار ہوگا۔ باوجود اس کے کہ اپنے سارے خضوع و خشوع اور ساری ذلت و عبودیت کو خدا کی عظمت و جلال کے مقابلہ میں ناقص و بے ادبی خیال کریگا اور سمجھے گا کہ خواہ کیسی ہی سرگرمی اور خضوع و خشوع سے عبادت کیجائے اس کی قدر و منزلت کا حق ادا نہیں ہو سکتا وما قدروا اللہ حق قدرہ عبد کامل کی عبادت اگرچہ اعلیٰ درجہ کی بھی ہو لیکن وہ اس کو حقیر جانتا ہے بلکہ عذاب و عقوبت کے لائق خیال کرتا ہے۔ اسی لئے امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے۔ کہ بندہ سجدہ کرتا ہے اور کمال خضوع و خشوع پیدا کرتا ہے اور خیال کرتا ہے کہ وہ اس وقت اعلیٰ علیین کے مرتبہ تک پہنچا ہوا ہے حالانکہ اگر اسکے اس سجدہ کے گناہ روئے زمین پر تقسیم کئے جاویں تو سب لوگ اس سے ہلاک ہو جاویں۔

عبد کامل کی عبادت

عبد کامل ہر ایک حکم شرعی کو اس کی جلالت کی حیثیت سے اس طرح ادا کرتے ہیں کہ گویا اُن کے واسطے ہر ایک امر واجب و فرض ہی ہے۔ اصطلاحات شرعیہ نوافل اور تطوع یعنی دل سے کام کرنا تقرب کا سبب ہوتا ہے۔

عبد کامل کی معرفت

عبد کامل کی معرفت جوں جوں بڑھتی جاتی ہے۔ خدا کے اوامر و نواہی کی عظمت اس کے دل میں زیادہ ہوتی جاتی ہے۔ اسی طرح انسان جسقدر اس کی معرفت سے دور ہوجاتا ہے خدا کی محبت میں کاہل و سست ہوتا جاتا ہے۔ تو جو لوگ قرآن مجید کے احکام کو ظاہر و باطن طور پر بجا نہ لائیں اور تاویلات سے کام لیں تو ان کی باتوں سے دھوکا نہیں کھانا چاہیئے کیونکہ ان کو شیطان نے اپنا بنالیا ہے اور اب وہ شیطان کا کام کر رہے ہیں۔ چنانچہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ سے فرمایا کرتے تھے اَنَا اَعْرَفُکُمْ بِاللّٰہِ وَاَخْوَفُکُمْ میں تم سے زیادہ عارف باللہ ہوں اور بہ نسبت تمہارے زیادہ ڈرتا ہوں۔

اللہ کے بندوں کا وقار

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ عَلَی الْاَرْضِ ھَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَھُمُ الْجٰھِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا ۝

اور رحمان کے بندے وہ ہیں جو زمین پر عاجزی کے ساتھ چلتے ہیں اور جب اُن سے جہالت والے لوگ بات کرتے ہیں تو وہ رفع شر کی بات کہتے ہیں

عبد کا تعلق معبود سے ایسا ہوتا ہو کہ اس کے اندر ایک خاص وقار اور ایک خاص فروتنی آجاتی ہے اور وہ ہرگز ایسے لوگوں سے نہیں الجھتا اور ایسے مباحث میں کوئی حصہ نہیں لیتا جس کے متعلق اس کے مالک نے اس کو کوئی حکم نہیں دیا ہوتا اس کو اپنی بندگی کے فرائض سے کہاں فرصت ہوتی ہے جو لایعنی باتوں میں مصروف ہو۔ اس کا تو ہر کام عبادت ہوتا ہے اس لئے لہو لعب اور ان جاہلوں سے اس کو کیا سروکار جو عتاب کا سبب ہوتے ہیں۔

اللہ کے بندوں کی حالت

وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ ۥ اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ۥ اِنَّهَا سَاۤءَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا ۥ وَالَّذِيْنَ اِذَاۤ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا ۥ

اور جو راتوں کو اپنے رب کے سامنے سجدہ اور قیام میں لگے رہتے ہیں اور جو دعا میں مانگتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہم سے جہنم کے عذاب کو دفع رکھیو کیونکہ اس کا عذاب پوری تباہی ہے۔ بے شک جہنم برا ٹھکانا ہے اور برا مقام ہے اور وہ جو خرچ کرنے لگتے ہیں تو نہ فضول خرچی کرتے ہیں نہ تنگی کرتے ہیں ان کا خرچ کرنا اسکے درمیان اعتدال پر ہے

دراصل عبد اپنے کو باوجود خدا کا خلیفہ ہونیکے عبد ہی جانتا ہے اور آمدنی وخرچ کو بھی اپنی خواہش کے مطابق نہیں بناتا بلکہ ہر چیز کو چونکہ خدا کی چیز سمجھتا ہے یہانتک کہ اپنے کو بھی۔ اسلئے اسکا مصرف اللہ کی کتاب کے بموجب ہی قرار دیتا ہے۔

وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ ۥ

اور جو کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور معبود کی پرستش نہیں کرتے اور جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے حرام فرمایا ہے اس کو قتل نہیں کرتے ہاں مگر حق پر اور وہ زنا نہیں کرتے۔

مطلب یہ کہ عبد اپنی عقل اپنی رائے اپنی خواہش کا پابند نہیں ہوتا اور گناہ تو اسی وقت سرزد ہوتا ہے جب ان میں سے کسی ایک کا اثر انسان پر غالب ہو جاتا ہے۔

وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا ۥ وَالَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوْا عَلَيْهَا صُمًّا وَّعُمْيَانًا ۥ وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا ۥ اُولٰۤئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوْا وَيُلَقَّوْنَ فِيْهَا تَحِيَّةً وَّسَلٰمًا ۥ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا

اور وہ بیہودہ باتوں میں شامل نہیں ہوتے اور اگر بیہودہ مشغلوں کے پاس کو ہو کر گزریں تو سنجیدگی کے ساتھ گزر جاتے

ہیں اور وہ ایسے ہیں کہ جب وقت انکو اللہ کے احکام کے ذریعہ سے نصیحت کیجاتی ہے تو ان پر بہرے اندھے ہو کر نہیں

گرتے اور وہ ایسے ہیں کہ دعا کرتے رہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہمکو ہماری بیبیوں اور ہماری اولاد کی طرف

سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہم کو متقیوں کا امام بنا۔ ایسے لوگوں کو بالاخانے ملیں گے بوجہ ان کے ثابت

رہنے کے اور ان کو اس میں بقا کی دعا و اور سلام ملیگا۔ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے وہ کیا اچھا ٹھکانا اور مقام ہے۔

ہجرت

يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ اَرْضِيْ وَاسِعَةٌ فَاِيَّايَ فَاعْبُدُوْنِ ۝

اے میرے ایماندار بندو میری زمین فراغ ہے تو خالص میری ہی عبادت کرو۔

مطلب یہ ہے کہ جس سرزمین پر اللہ کی حکومت نہ ہو اور وہاں اللہ کا فرمانبردار بندہ بنکر رہنا ناممکن

ہو تو ایسے ملک اور ایسے شہر میں رہنا کیا ضرور کیونکہ وہاں تو رہنا اپنے پیدا ہونے کے مقصد کو

فوت کرنا ہے پس ایسے مقام سے ہجرت لازم ہے۔

عبد اور عالم

اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا ۝

خدا سے اس کے وہی بندے ڈرتے ہیں جو علم رکھتے ہیں۔

علم وہی ہے جو انسان کو عبد بنائے اور معبود کی معرفت میں ممد و معاون ہوتا ہے وہ علم ہے جو قرآن مجید میں ہے

انسان جبتک اپنی حقیقت کو نہ جانیگا اور اپنی مسئولیت سے واقف نہ ہوگا نیز خدا تعالیٰ کے صفات پہ

اسکی نگاہ نہ ہوگی ڈر پیدا نہ ہوگا۔ تو نتیجہ یہ برآمد ہوتا ہے کہ ہر انسان کو قرآن مجید کا علم لازمی ہے اور

اسکی تلاوت بیحد ضروری اور اس کے اوامر و نواہی وغیرہ کا ہر وقت پیش نظر ہونا اشد ضروری ہے۔

ایمان والوں کے لئے اللہ اور اللہ کے احکامات کافی ہیں اسی لئے ارشاد ہے۔ اَلَيْسَ اللّٰهُ

بِكَافٍ عَبْدَهٗ۔ کیا اللہ اپنے بندوں کے لئے کافی نہیں۔

اللہ کی رحمت

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ۗ
اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ۗ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ

آپ کہدیجئے کہ اے میرے بندو جنہوں نے اپنے اوپر زیادتیاں کی ہیں وہ خدا کے تعالیٰ کی رحمت
نا امید نہ ہوا بے شک اللہ تعالیٰ تمام گناہوں کو معاف فرما دیگا۔ واقعی وہ بڑا بخشنے والا بڑی رحمت کرنیوا

نفس مطمئنہ عبد کو ہی حاصل ہوتا ہے

يٰٓاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ۙ ارْجِعِيْٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ۚ
فَادْخُلِيْ فِيْ عِبٰدِيْ ۙ وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ.

اے اطمینان والی روح تو اپنے پروردگار کی طرف اس حال میں کہ تو اس سے خوش اور وہ تجھ سے
خوش پھر تو میرے بندوں میں شامل ہو جا۔ اور میری جنت میں داخل ہو جا۔

وصال ایزدی

قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلٰمٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى ۗ

آپ کہیے کہ تمام تعریفیں اللہ کے ہی لئے سزاوار ہیں اور اُس کے اُن بندوں پر سلام ہو جنکو اسنے منتخب فرمایا
اللہ تعالیٰ کا ایک اسم مبارک سلام ہے یعنی جو عبد جب اللہ تعالیٰ کے مدارج طے کر کے اسکی قربت حاصل کر لیتا ہے
اور اللہ کی دی ہوئی جنت میں پہنچ جاتا ہے تو پھر پکار دیا جاتا ہے کہ یہ جنت اور جنت کی بہار بھی ہمیشہ رہیگی
اور جنت والوں کو بھی حیات جاودانی نصیب ہوئی اور اب یہ اللہ کی حمد اور اللہ کی حمد کی بہار لوٹنے والے